OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan
المرجان ریسرچ سنٹر، لاہور

HJRS
ہائیر ایجوکیشن کمیشن پاکستان سے Y کیٹیگری منظور شدہ

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

# Terrorism (Al-Irhab): A Juristic and Analytical Study of the Islamic Concept and Contemporary Applications

# دہشت گردی (الإرهاب): اسلامی تصور اور معاصر اطلاقات کا فقہی و تجزیاتی مطالعہ

**Authors Details**

**1.Dr. Abdul Karim Usman** (Corresponding Author)
Assistant Professor, Faculty of Shari'ah and Law, International Islamic University Islamabad, Pakistan.
Email: abdul.karim@iiu.edu.pk

**Citation**

Usman, Abdul Karim." Terrorism (Al-Irhab): A Juristic and Analytical Study of the Islamic Concept and Contemporary Applications. "*Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 265– 284.

**Submission Timeline**

**Received:** Dec 21, 2025
**Revised:** Jan 03, 2026
**Accepted:** Jan 14, 2026
**Published Online:** Jan 23, 2026

**Publication & Ethics Statement**

Article QR

**Published by** ***Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.**

**Copyright © 2026 The Author(s). No conflict of interest declared.**
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY | INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System | DRJI Directory of Research Journal Indexing

# Terrorism (Al-Irhab): A Juristic and Analytical Study of the Islamic Concept and Contemporary Applications

# دہشت گردی (الإرهاب): اسلامی تصور اور معاصر اطلاقات کا فقہی و تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر عبد الکریم عثمان ☆

**Abstract**

This study critically examines the misuse of Pakistan's blasphemy laws, especially Sections 295-B and 295-C of the Pakistan Penal Code, within legal, social, ethical, and Islamic perspectives. Although these provisions aim to protect religious sanctity and the reverence of the Holy Prophet Muhammad ﷺ, their application has raised serious concerns due to false accusations, weak investigation, public pressure, and extrajudicial violence. The study argues that many blasphemy accusations arise from personal enmity, sectarian tension, property disputes, and social or religious rivalry rather than reliable evidence. It highlights judicial emphasis on fair trial, presumption of innocence, benefit of doubt, and the principle that no individual or mob can take the law into its own hands. From an Islamic perspective, the paper stresses Qur'anic and Prophetic teachings on justice, verification, protection of life, and avoidance of false accusation. It concludes that misuse of blasphemy laws is a serious socio-legal and moral challenge requiring stronger investigation, protection of accused persons and legal actors, accountability for false accusers, and public education based on justice and restraint.

**Keywords:** Blasphemy laws; Pakistan Penal Code; misuse of law; fair trial; mob violence; Islamic justice; evidentiary standards; rule of law; religious minorities

## تعارفِ موضوع

تاریخ انسانی اس بات پر شاہد ہے کہ جب سے یہ کائنات بنی ہے حق و باطل، خیر و شر کے درمیان ایک تصادم، ایک کشمکش جاری ہے، اور جب تک یہ کائنات باقی ہے یہ کشمکش جاری رہے گی۔ اسی بناء پر اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان اور اہلِ خیر و اہلِ شر کے درمیان تصادم بھی ہر دور میں رہا ہے، ہر فریق اپنے طور پر غالب آنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں اور وسائل بروئے کار لاتا رہا ہے، چنانچہ قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا اسی سلسلے کا نقطۂ آغاز تھا: ﴿فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾[1] ترجمہ: "پس اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا، چنانچہ اس نے اسے قتل کر دیا اور وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس کمزوری کو بیان کیا ہے کہ نفس انسان کو برائیوں پر آمادہ کر سکتا ہے، اور اس کے نتیجے میں انسان خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنا انسانی تاریخ کا پہلا قتل تھا، اور یہیں سے تشدد اور خونریزی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس واقعے کے بعد سے انسانوں کے درمیان ظلم و تعدی، جبر و تشدد کے نئے نئے طریقے ایجاد ہوتے رہے ہیں۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ شریعہ و قانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

[1] *Al-Mā'idah*, 5:30.

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان ترقی کے مدارج طے کرتا رہا، اور جہاں طرزِ زندگی، بود و باش، گفتگو کے انداز، لباس و پوشاک، ذرائع آمد و رفت وغیرہ میں تبدیلی آئی، وہاں نظریات و تعبیرات اور اندازِ غور و فکر میں بھی بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ جہاں پہلے فکری جمود اور محض تقلیدی اندازِ فکر تھا، وہاں توسع، تحقیق اور تعمیری فکر نے ترجیح حاصل کر لی، اب کسی چیز کو حق یا باطل کہنے کے لیے کسی موجود شخصیت یا کسی معاصر کے قول کا حوالہ کافی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ جب تک اسے تحقیق و دلائل کے پیمانے پر پرکھا نہیں جاتا اور اصل ذرائع علم سے اس کی جانچ پڑتال نہیں کر لی جاتی اس وقت تک وہ حقیقت قابل قبول نہیں ہوتی۔ نظریۂ حق و باطل کے درمیان ٹکراؤ و تصادم میں موجودہ دور میں ایک انتہائی پیچیدہ اصطلاح اور موضوع "دہشت گردی" (الإرھاب) کا ہے، جو عصر حاضر کے ان پیچیدہ اور متنازع موضوعات میں سے ہے جنہیں مختلف ریاستیں، گروہ، اور بین الاقوامی قوتیں اپنے اپنے سیاسی، عسکری اور نظریاتی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔ موجودہ عالمی تناظر میں ایک ہی عمل کو ایک فریق "دفاعِ مشروع" اور "حقِ خود اختیاری" سے تعبیر کرتا ہے، جبکہ دوسرا فریق اسی عمل کو "دہشت گردی" قرار دیتا ہے۔ چنانچہ یہ اصطلاح اب محض ایک قانونی یا علمی تعبیر نہیں رہی، بلکہ سیاسی، ابلاغی اور بین الاقوامی مفادات کے تابع ایک متغیر مفہوم اختیار کر چکی ہے۔

اس موضوع کی علمی اہمیت مسلم امہ کی موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر مزید بڑھ جاتی ہے۔ مختلف مقامات پر ہونے والے واقعات، جیسے بھارت کے زیرِ انتظام کشمیر میں ہونے والے مظالم، اسرائیل کی غزہ میں عسکری کارروائیاں، ہر فریق اپنے موقف کے اثبات اور مخالف کے رد کے لیے "دہشت گردی" کی اصطلاح کو بطور ہتھیار استعمال کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مزید بر آں یہ اصطلاح اس قدر عام ہو چکی ہے کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں حلقے بغیر کسی متفقہ علمی و قانونی معیار کے اسے وسیع پیمانے پر استعمال کر رہے ہیں، اور ایک دوسرے کے خلاف مسلح و خوفناک کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اسلامی تعلیم میں دوسرے کی "حریم" اور حدود کی کس قدر رعایت رکھی گئی ہے اور کسی ایسے ملک کے خلاف کارروائی جس سے آپ کا معاہدہ امن ہے کس قدر مذموم ہے، اس کے لیے وہ واقعہ جو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدے کے بارے میں ہے، اسلامی موقف کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس واقعے میں جب معاویہ رضی اللہ عنہ معاہدہ ختم ہونے سے پہلے رومیوں کی سرزمین کی طرف بڑھے تو عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے آکر کہا: "اللہ اکبر! وفاء، غدر نہیں!" اور پھر نبی کریم ﷺ کا فرمان سنایا: «مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ، فَلَا يَشُدَّنَّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلَّنَّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ» [2]۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام خفیہ جارحیت اور معاہدہ شکنی کو "غدر" قرار دیتا ہے، حتیٰ کہ دشمن ملک کے خلاف بھی پیشگی دھوکہ دہی سے حملہ ممنوع ہے۔ مسلم امہ کو اس وقت اس قسم کے اقدامات کے حوالے سے ایک ایسے معتدل، متوازن اور اصولی شرعی حکم کی ضرورت ہے جو جذباتیت سے خالی ہو، اور جس سے ایک طرف ذاتی و قومی دفاع کی کوششوں اور ظلم و استعمار کے خلاف کیے جانے والے اقدامات کے درمیان، اور دوسری طرف غیر اسلامی اور انسانیت سوز دہشت گردی کے مجرمانہ فعل کے درمیان فرق و امتیاز کو ظاہر کیا جا سکے، کیونکہ "آزادی" (اسلامی تصور کے مطابق بھی) ہر انسان کا بنیادی و فطری حق ہے، اور اسی طرح امن کو (عام حالات میں) برقرار رکھنا اور ہر انسان کی (بلا تفریق مذہب و ملت) جان، مال، عزت کی حفاظت ہر قوم و مذہب میں ملی فریضہ بھی ہے اور انسان دوستی کا تقاضا بھی۔

آگے کے مباحث میں ہم پہلے دہشت گردی کی لغوی و اصطلاحی تعریفات کا تجزیہ کریں گے، پھر اسلامی لٹریچر میں "ارھاب" کے تصور کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کریں گے، پھر اسلامی فقہ میں اس سے قریب ترین تصورات (حرابہ اور بغاوت) کا جائزہ لیں گے، پھر دہشت گردی کے مختلف اسباب و وجوہات کو تفصیل سے بیان کریں گے، اور آخر میں نتائج و سفارشات پیش کریں گے۔

**مبحث اول: دہشت گردی کی تعریف—لسانی، اصطلاحی اور عصری جائزہ**

[2] Tirmidhī, Muḥammad ibn ʻĪsā, *Jāmiʻ al-Tirmidhī* (Bayrūt: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-ʻArabī, 1975), Ḥadīth No. 1580; Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad* (Bayrūt: Dār al-Ṣādir, n.d.), Ḥadīth No. 17025.

دہشت گردی کی تعریف و مصداق کے حوالے سے اس قدر شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے جامع، مانع انداز سے اس کی تعریف بیان کرنا خصوصاً موجودہ دور کے معروضی حالات میں انتہائی مشکل ہے۔ اغراض و مقاصد، افکار و نظریات کے اختلاف کی بناء پر عین ممکن ہے کہ ایک شخص ایک ہی عمل کو دہشت گردی کا نام دے اور بالکل اسی عمل کو دوسرا شخص "امن قائم کرنے کی کوشش" قرار دے۔ "دہشت گردی" کے نتائج واثرات اور موجودہ صورتِ حال کی وجہ سے پیدا شدہ رجحانات سے قطع نظر پہلے لفظی و معنوی اعتبار سے اس کی تعریف و توضیح کی جاتی ہے۔

### 1. دہشت گردی کی لغوی تعریف

لغت کے اعتبار سے "دہشت گردی" ہر وہ عمل ہے جس میں کسی قسم کا خوف، رعب وغیرہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اردو لغت میں "دہشت گردی" کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

"دہشت: ڈر، خوف، ہیبت، ہول۔ دہشت گردی: خوف وہراس پھیلانے کا نام۔ دہشت گرد: خوف وہراس پھیلانے والا"[3]

اس تعریف میں بنیادی عنصر "خوف وہراس" ہے، یعنی دہشت گردی کا لازمی جز خوف پھیلانا ہے۔ چنانچہ جس عمل میں خوف پھیلانا مقصود ہو، وہ دہشت گردی کہلائے گا، چاہے اس کے لیے تشدد استعمال کیا جائے یا تشدد کی دھمکی۔

انگریزی لغات میں Terrorism کی تعریف کچھ اس طرح کی گئی ہے:

*"Terrorism: the use of violent action in order to achieve political aims or to force a government to act"*[4]

ترجمہ: "دہشت گردی: سیاسی مقاصد کے حصول یا حکومت کو عمل کرنے پر مجبور کرنے کے لیے پر تشدد کارروائی کا استعمال۔"

اس تعریف میں دو عناصر کو نمایاں کیا گیا ہے: تشدد کا استعمال، اور سیاسی مقاصد کا حصول۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردی محض تشدد کا نام نہیں، بلکہ تشدد کے ذریعے سیاسی مقاصد حاصل کرنا دہشت گردی ہے۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق:

*"Terrorism: the unofficial or unauthorised use of violence in the pursuit of political aims"*[5]

ترجمہ: "دہشت گردی: سیاسی مقاصد کے حصول میں تشدد کا غیر سرکاری یا غیر مجاز استعمال۔"

اس تعریف میں "unofficial or unauthorised" (غیر سرکاری یا غیر مجاز) کا لفظ بہت اہم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی سرکاری ادارہ یا ریاست تشدد استعمال کرتی ہے تو اسے دہشت گردی نہیں کہا جاتا، حالانکہ وہ بھی اسی قسم کے افعال کر رہی ہوتی ہے۔ یہ دہشت گردی کی تعریف میں ایک اہم ابہام اور دوہرے معیار کو ظاہر کرتا ہے۔ کیمبرج ڈکشنری کے مطابق:

*"Terrorism: the use of violent action, or the threat of it, in order to achieve political goals"*[6]

ترجمہ: "دہشت گردی: سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے پر تشدد کارروائی یا اس کی دھمکی کا استعمال۔"

مختلف عربی ڈکشنریوں میں اِرھاب (Terror) کا معنی رعب، خوف، ہول اور ہیبت طاری کرنا بیان کیا گیا ہے۔ "الرائد" میں اِرھاب کی تعریف یوں ہے:

«الإِرْهَابُ: رُعْبٌ تُحْدِثُهُ أَعْمَالُ عُنْفٍ كَالْقَتْلِ وَإِلْقَاءِ الْمُتَفَجِّرَاتِ أَوِ التَّخْرِيبِ، وَالإِرْهَابِيُّ: مَنْ يَلْجَأُ إِلَى الإِرْهَابِ بِالْقَتْلِ أَوْ إِلْقَاءِ الْمُتَفَجِّرَاتِ أَوِ التَّخْرِيبِ لِإِقَامَةِ سُلْطَةٍ أَوْ تَقْوِيضِ أُخْرَى»[7]

---

[3] Fatḥpūrī, Farmān, Dr., *Urdu Lughat* (Karācī: Urdu Lughat Board, 1988), 758.
[4] *The American Heritage Dictionary of the English Language*, 5th ed. (Boston: Houghton Mifflin Harcourt, 2016), s.v. "terrorism."
[5] *Oxford English Dictionary*, 2nd ed. (Oxford: Oxford University Press, 1989), s.v. "terrorism."
[6] *Cambridge Dictionary* (Cambridge: Cambridge University Press, 2022), s.v. "terrorism."

ترجمہ: "دہشت گردی وہ رعب ہے جو قتل، بم پھینکنے یا تخریب جیسے پر تشدد اعمال سے پیدا ہوتا ہے، اور دہشت گرد وہ ہے جو سلطنت قائم کرنے یا دوسروں کو تفویض کرنے کے لیے قتل، بم پھینکنے یا تخریب کے ذریعے دہشت گردی اختیار کرتا ہے۔"

اس تاریخی تناظر کو دیکھتے ہوئے، یہ اصطلاح سب سے پہلے 1795ء میں انقلاب فرانس کے دوران وجود میں آئی۔ اس وقت "حکم الإرهاب" (Reign of Terror) سے مراد وہ دور تھا جب روبس پیئر نے اپنے سیاسی مخالفین کو پھانسیاں دی تھیں، اور یہی وہ دور تھا جب دہشت گردی کو پہلی بار سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا۔

والٹر لاقیر نے تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> *"Walter Laqueur defined terrorism as a 'substate application of violence or threatened violence intended to sow panic in a society, to weaken or even overthrow incumbents, and to bring about political change.' He began with the wave of anarchist violence at the turn of the 20th century, which saw kings, prime ministers, and presidents, including the U.S. President William McKinley, assassinated"* [8]

> ترجمہ: "والٹر لاقیر نے دہشت گردی کی تعریف کی ہے کہ یہ 'تشدد یا تشدد کی دھمکی کا وہ ذیلی ریاستی اطلاق ہے جس کا مقصد معاشرے میں خوف و ہراس پھیلانا، موجودہ حکمرانوں کو کمزور یا گرانا، اور سیاسی تبدیلی لانا ہے۔' انہوں نے اس کا آغاز بیسویں صدی کے آغاز کی انارکیسٹ تشدد کی لہر سے کیا، جس میں بادشاہ، وزرائے اعظم اور امریکی صدر ولیم میک کینلی سمیت صدور قتل ہوئے۔"

لاقیر کی یہ تعریف بہت اہم ہے کیونکہ اس میں دہشت گردی کے دو بنیادی عناصر کو اجاگر کیا گیا ہے: (۱) تشدد کا اطلاق، اور (۲) سیاسی تبدیلی لانا۔ اس کے علاوہ لاقیر نے یہ بھی واضح کیا کہ دہشت گردی کا آغاز ریاستوں سے نہیں بلکہ "ذیلی ریاستی" (substate) عناصر سے ہوتا ہے، یعنی وہ گروہ جو ریاستی کنٹرول سے باہر ہوتے ہیں۔ شبد کوش نے دہشت گردی کی تعریف کے بارے میں لکھا ہے:

> "دہشت گردی کی کوئی ایسی تعریف کرنا کہ جو ہر لحاظ سے مکمل اور ہر موقع پر سو فیصد اتفاق رائے سے لاگو کی جاسکے، اگر ناممکن نہیں تو کم از کم انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اگر ہر قسم کے پس منظر اور اس معاشرے کے حالات کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اس لفظ کی لغوی تشریح یوں ہو سکتی ہے کہ 'خوف اور ہراس پیدا کر کے اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر ایسا نپا تلا طریقہ کار یا حکمت عملی اختیار کرنا جس سے قصوروار اور بے قصور کی تمیز کے بغیر، ہر ممکنہ ہدف کو ملوث کرتے ہوئے، وسیع پیمانے پر دہشت و تکلیف اور رعب و اضطراب پھیلایا جائے'"[9]

یہ تعریف اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ دہشت گردی میں قصوروار اور بے قصور کی تمیز نہیں کی جاتی، بلکہ ہر ممکنہ ہدف کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہی وہ عنصر ہے جو دہشت گردی کو عام تشدد سے ممتاز کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظی طور پر یہ کلمہ رعب، خوف اور دہشت وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو عموماً افراد کو قتل کرنے، آبادیوں کو بارود کے ذریعے اڑا دینے اور ویران کر دینے کی صورت میں ہوتا ہے، اور اس کا مقصد سیاسی غلبہ حاصل کرنا یا ملک گیری کی ہوس وغیرہ ہوتا ہے۔

### 2. دہشت گردی کی اصطلاحی تعریف (عصری تناظر میں)

---

[7] Jibrān Mas‘ūd, *Al-Rā’id* (Bayrūt: Dār al-‘Ilm lil-Malāyīn, 1992), 88.

[8] Laqueur, Walter, *The New Terrorism: Fanaticism and the Arms of Mass Destruction* (Oxford: Oxford University Press, 1999), 5.

[9] *Shabd Kosh Ancyclopaedia*, "Dasht Girdī kā Ta‘āruf" (Lahore: Shabd Kosh Publications, 2000), 112.

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ (جو عالم اسلام کے اسکالرز اور محققین کے اجتماعی غور و فکر کی مجلس اور مرکز ہے) نے اپنی قرارداد (10-1-2001) میں دہشت گردی کی تعریف یوں کی ہے:

«هُوَ الْعُدْوَانُ الَّذِي يُمَارِسُهُ أَفْرَادٌ أَوْ جَمَاعَاتٌ أَوْ دُوَلٌ بَغْيًا عَلَى الإِنْسَانِ سَوَاءٌ كَانَ فِي دِينِهِ أَوْ دَمِهِ أَوْ عَقْلِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ عِرْضِهِ، وَيَشْمَلُ أَصْنَافَ الأَذَى وَالتَّهْدِيدِ وَالْقَتْلِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَكُلُّ فِعْلٍ مِنْ أَفْعَالِ الْعُنْفِ وَالتَّهْدِيدِ يَقَعُ تَنْفِيذًا لِمَشْرُوعٍ إِجْرَامِيٍّ فَرْدِيٍّ أَوْ جَمَاعِيٍّ، وَيَهْدِفُ إِلَى إِلْقَاءِ الرُّعْبِ بَيْنَ النَّاسِ أَوْ تَرْوِيعِهِمْ أَوْ إِيذَائِهِمْ أَوْ تَعْرِيضِ حَيَاتِهِمْ أَوْ حُرِّيَّاتِهِمْ أَوْ أَمْنِهِمْ لِلْخَطَرِ، وَمِنْ أَصْنَافِهِ إِلْحَاقُ الضَّرَرِ بِالْبِيئَةِ أَوْ بِأَحَدِ الْمَرَافِقِ وَالأَمْلاكِ الْعَامَّةِ أَوِ الْخَاصَّةِ أَوْ تَعْرِيضُ أَحَدِ الْمَوَارِدِ الْوَطَنِيَّةِ أَوِ الطَّبِيعِيَّةِ لِلْخَطَرِ، فَكُلُّ ذَلِكَ مِنْ صُوَرِ الْفَسَادِ فِي الأَرْضِ الَّذِي نَهَى اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْمُسْلِمِينَ عَنْهَا»[10]

ترجمہ: "دہشت گردی ہر وہ زیادتی ہے جس کا ارتکاب افراد، گروہ یا ممالک انسانوں پر ظلم کرتے ہوئے کرتے ہیں، خواہ یہ زیادتی دین میں ہو یا جان، عقل، مال، عزت وغیرہ میں، اور اس میں مختلف قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچانا اور ناحق قتل کرنا شامل ہے، اور تشدد اور دھمکی کے تمام افعال جو انفرادی یا اجتماعی مجرمانہ منصوبے کے نفاذ کے طور پر کیے جاتے ہیں، اور اس کا مقصد لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانا، انہیں خوفزدہ کرنا، انہیں اذیت دینا، یا ان کی زندگیوں، آزادیوں یا امن کو خطرے میں ڈالنا ہوتا ہے، اور اس کی اقسام میں ماحول کو نقصان پہنچانا یا کسی عوامی یا نجی سہولت یا املاک کو نقصان پہنچانا یا کسی قومی یا قدرتی وسائل کو خطرے میں ڈالنا شامل ہے۔ یہ سب زمین میں فساد کی ان صورتوں میں سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔"

اس تعریف میں متعدد اہم عناصر شامل ہیں:

(۱) فاعل کا دائرہ: دہشت گردی صرف افراد یا گروہوں تک محدود نہیں، بلکہ اس میں ریاستیں بھی شامل ہیں۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے کیونکہ عام طور پر لوگ ریاستی دہشت گردی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲) متاثرہ شخص: دہشت گردی کی زد میں آنے والوں میں کوئی تفریق نہیں کی گئی- خواہ وہ دین، جان، عقل، مال یا عزت کے لحاظ سے ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی شخص پر حملہ، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا قومیت کا ہو، دہشت گردی میں شامل ہے۔

(۳) طریقے: دہشت گردی کے طریقوں میں اذیت پہنچانا، دھمکی دینا، ناحق قتل کرنا، ماحول کو نقصان پہنچانا، اور عوامی و نجی املاک کو تباہ کرنا شامل ہیں۔

(۴) مقصد: دہشت گردی کا مقصد لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانا، انہیں خوفزدہ کرنا، انہیں اذیت دینا، یا ان کی زندگیوں، آزادیوں یا امن کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

رابطۃ العالم الاسلامی نے بھی اپنی قرارداد میں اسی مفہوم کی تائید کی ہے:

«الإِرْهَابُ هُوَ الْعُدْوَانُ الَّذِي يَرْتَكِبُهُ فَرْدٌ أَوْ جَمَاعَةٌ أَوْ دَوْلَةٌ ضِدَّ الإِنْسَانِ فِي دِينِهِ أَوْ نَفْسِهِ أَوْ عَقْلِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ عِرْضِهِ، وَيَشْمَلُ الْعُنْفَ وَالتَّرْوِيعَ وَالتَّخْوِيفَ وَالإِيذَاءَ وَالْقَتْلَ بِغَيْرِ حَقٍّ»[11]

اس تعریف میں بھی ریاستی دہشت گردی کو شامل کیا گیا ہے، اور اس میں تشدد، خوفزدہ کرنا، ڈرانا، اذیت دینا، اور ناحق قتل کرنا شامل ہیں۔

[10] Islamic Fiqh Academy, Jeddah, Resolution No. 10-1-2001 (Jeddah: Islamic Fiqh Academy, 2001).
[11] Rābiṭat al-ʻĀlam al-Islāmī, Resolution (Makkah: Rābiṭat al-ʻĀlam al-Islāmī, 2002).

دہشت گردی کی ایک اور جامع تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے:

"دہشت گردی وہ طریقہ کار ہے جس میں افراد یا گروہ پر امن شہریوں کو ہدف بنا کر خوف و ہراس پھیلاتے ہیں، تاکہ حکومتوں یا معاشروں کو اپنے سیاسی، مذہبی یا نظریاتی مطالبات ماننے پر مجبور کیا جاسکے۔"[12]

ان تعریفات کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دہشت گردی کی اصطلاح نے سب سے پہلے انقلابِ فرانس کے دوران جنم لیا۔ اس انقلاب کے دوران دہشت گردی کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ دہشت گردی کی متعدد اقسام ہیں، تاہم ان میں تشدد یا تشدد کا خطرہ مشترک عنصر کے طور پر پایا جاتا ہے۔

### 3. دہشت گردی کی تعریف میں اختلاف کی وجوہات

دہشت گردی کے مفہوم میں ابہام کی کئی وجوہات ہیں:

**پہلی وجہ: سیاسی مفادات کا تضاد** – جب مختلف ریاستوں اور گروہوں کے مفادات آپس میں ٹکراتے ہیں تو وہ ایک ہی عمل کو مختلف نام دیتے ہیں۔ ایک ریاست جس عمل کو "آزادی کی جدوجہد" کہتی ہے، دوسری اسے "دہشت گردی" کہتی ہے۔

**دوسری وجہ: بین الاقوامی قانون میں متفقہ تعریف کا فقدان** – اقوام متحدہ نے بھی ابھی تک دہشت گردی کی کوئی متفقہ تعریف قبول نہیں کی ہے۔ مختلف ممالک اپنی اپنی قومی مفادات کے مطابق اس کی تعریف کرتے ہیں۔

**تیسری وجہ: دوہرا معیار** – طاقتور ریاستیں جب خود تشدد کرتی ہیں تو اسے "فوجی کارروائی" یا "انسانی حقوق کا تحفظ" کہتی ہیں، جبکہ کمزور گروہوں کے اسی طرح کے اعمال کو "دہشت گردی" قرار دیتی ہیں۔

**چوتھی وجہ: ذرائع ابلاغ کا کردار** – میڈیا بھی اپنی رپورٹنگ میں اسی اصطلاح کو مختلف معانی میں استعمال کرتا ہے، جس سے عوام میں ابہام پیدا ہوتا ہے۔

دہشت گردی کی مندرجہ بالا تعریفات کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دہشت گردی کی تعریف سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

(۱) ہر مسلح جدوجہد دہشت گردی نہیں ہے۔ کسی ملک یا قوم کا اپنی آزادی اور حقوق کے لیے جدوجہد کرنا، اگر وہ بین الاقوامی قوانین اور جنگ کے اصولوں کے مطابق ہو، تو اسے دہشت گردی نہیں کہا جاسکتا۔

(۲) کسی مجرم کے خلاف مسلح کارروائی دہشت گردی نہیں ہے۔ حکومت کا اپنے ملک میں قانون نافذ کرنے کے لیے مجرموں کے خلاف کارروائی کرنا دہشت گردی نہیں ہے۔

(۳) دہشت گردی کے تحقق کے لیے حملہ آور کا ہدف مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر حملے کا ہدف پر امن شہری ہیں، تو وہ دہشت گردی ہے۔ لیکن اگر ہدف مسلح فوجی ہیں، تو وہ جنگ ہے، دہشت گردی نہیں۔

(۴) دہشت گردی کا ہدف پر امن شہریوں کو نشانہ بنا کر خوف زدہ کرنا ہوتا ہے۔ یہی وہ عنصر ہے جو دہشت گردی کو عام تشدد سے ممتاز کرتا ہے۔

(۵) دہشت گردی کی اس بحث میں دہشت گردی کا حقیقی و عرفی مفہوم ملحوظ ہے نہ کہ اضافی و لغوی مفہوم۔ کیونکہ اگر اضافی طور پر "دہشت گردی" کو دیکھا جائے تو چور، ڈاکو، قاتل، راہزن اور اس جیسے دیگر معاشرہ کے امن کو تباہ کرنے والے عناصر کے لیے پولیس، فوج، قانون نافذ کرنے والے افراد و ادارے سب "دہشت گرد" ہیں، کیونکہ ان کا وجود اس قسم کے افراد کے لیے دہشت و خوف پیدا کرنے کا باعث ہے۔

(۶) "دہشت گردی" ناحق دہشت و خوف کا پھیلانا ہوتا ہے۔ کسی معقول، جائز وجوہات کی بناء پر پیدا ہو جانے والے خوف و دہشت کو "دہشت گردی" نہیں کہہ سکتے۔

---

12. United Nations Secretary-General Kofi Annan, Statement, October 4, 2002.

**مبحث دوم: اسلامی لٹریچر میں دہشت گردی (إرهاب) کا تصور اور اس کی صورتیں**

اسلامی لٹریچر میں دہشت گردی کے تصور تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ میں "رھب" کے مادہ کے استعمالات کا تتبع کیا جائے، تاکہ انہی قرآنی استعمالات کو بنیاد بنا کر "الإرھاب" کے شرعی مفہوم کا تعین کیا جا سکے۔

**1. قرآنِ کریم میں "رھب" کے استعمالات کا تجزیہ**

قرآنِ کریم میں "رھب" کے مادہ کو متعدد مقامات پر مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان آیات کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:

**پہلی آیت:**

﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾[13]

ترجمہ: "اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی، اور میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا، اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔"

اس آیت میں "فَارْهَبُونِ" کا معنی خوف، خشیت اور تقویٰ کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ مفسرین نے اس کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے عہد کی خلاف ورزی اور رسولوں کی تکذیب سے ڈراتے ہوئے اپنی خشیت اختیار کرنے کا حکم دے رہا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

«أَيْ خَافُونِ فِي أَنْفُسِكُمْ أَنْ أَحِلَّ بِكُمْ نِقْمَتِي، وَ اتَّقُونِ بِتَرْكِ مَعَاصِيَّ وَأَدَاءِ فَرَائِضِي»[14]

ترجمہ: "یعنی تم مجھ سے اس طرح ڈرو کہ میں اپنا عذاب تم پر نازل نہ کر دوں، اور میرے گناہوں کو چھوڑ کر اور میرے فرائض کو ادا کر کے مجھ سے ڈرو۔"

اس تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں "رھب" کا استعمال انتہائی مثبت اور روحانی مفہوم میں ہوا ہے، جس کا تعلق اللہ کے خوف اور اس کے سامنے عاجزی سے ہے۔ یہ خوف انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور اسے نیکیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

**دوسری آیت:**

﴿قَالَ أَلْقُوا فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ﴾[15]

ترجمہ: "ہارون نے کہا: اے میرے بھائی! قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتے، تو تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسانے نہ دے اور مجھے ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ کر۔"

اس آیت میں "وَاسْتَرْهَبُوهُمْ" کا استعمال لوگوں کے دلوں میں خوف اور ہیبت پیدا کرنے کے معنی میں ہوا ہے۔ مفسرین کے مطابق فرعون کے جادوگروں نے ایسے اعمال کیے جن سے دیکھنے والوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور ان پر اپنے سحر کا اثر قائم کیا جا سکے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

«أَيْ أَلْقَوُا الْخَوْفَ فِي قُلُوبِ النَّاسِ، وَذَلِكَ مِنْ أَفْعَالِهِمْ بِالْعِصَا وَالْحِبَالِ، فَإِنَّهَا تَتَخَيَّلُ فِي أَعْيُنِ النَّاظِرِينَ حَتَّى تَظْهَرَ كَأَنَّهَا أَفَاعٍ وَحَيَّاتٌ»[16]

---

[13] *Al-Baqarah*, 2:40

[14] Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān* (Bayrūt: Dār al-Fikr, 1984), 1:125.

[15] *Al-Aʿrāf*, 7:116.

[16] Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Al-Jāmiʿ li Aḥkām al-Qurʾān* (Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣrīyah, 1964), 7:245

ترجمہ: "یعنی انہوں نے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا، اور یہ ان کے اعمال سے لاٹھیوں اور رسیوں کے ذریعے تھا، کیونکہ وہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں اس طرح ڈھلتے تھے کہ وہ سانپ اور ناگ لگتے تھے۔"

یہاں "رھب" کا استعمال منفی اور غیر اخلاقی خوف پھیلانے کے معنی میں ہوا ہے، کیونکہ جادوگروں کا مقصد لوگوں کو دھوکہ دینا اور انہیں حق سے دور کرنا تھا۔ یہی وہ مفہوم ہے جو آج کی اصطلاحی دہشت گردی کے قریب ہے۔

**تیسری آیت:**

﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ﴾[17]

ترجمہ: "اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے تختیاں اٹھالیں، اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔"

اس آیت میں "يَرْهَبُونَ" کا معنی اللہ تعالیٰ کی خشیت، تعظیم اور تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کی عظمت کے باعث اس سے خوف رکھتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

«الرَّهْبَةُ هِيَ الْخَوْفُ الْمُقْتَرِنُ بِالتَّعْظِيمِ، وَهِيَ مِنْ أَعْلَى مَقَامَاتِ الْمُؤْمِنِينَ»[18]

ترجمہ: "رہبت وہ خوف ہے جو تعظیم کے ساتھ ہو، اور یہ مومنوں کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے۔"

**چوتھی آیت:**

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾[19]

ترجمہ: "ایمان والے تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب انہیں اس کی آیات سنائی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

اس آیت میں "وَجِلَتْ" (ڈرنا) قریب قریب "رھب" کے ہم معنی ہے۔ یہاں بھی خوف کا تعلق اللہ سے ہے، جو ایمان کی علامت ہے۔

**پانچویں آیت:**

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾[20]

ترجمہ: "وہ (پھسلانے والا) شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے "خَافُونِ" (مجھ سے ڈرو) کا حکم دیا ہے اور شیطان کے ذریعے پیدا کیے جانے والے خوف کو بے اثر قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو اللہ کا ہے اور جائز ہے، دوسرا وہ جو شیطان کی طرف سے ہے اور ناجائز ہے۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم میں "رھب" اور اس کے مشتقات کا استعمال ہمیشہ منفی معنی میں نہیں ہوا، بلکہ اکثر مقامات پر یہ لفظ خوفِ الٰہی، خشیت، ہیبت کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں "الإرهاب" کو مطلقاً منفی مفہوم میں استعمال کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا شرعی و لغوی تجزیہ ضروری ہے، تاکہ قرآنی استعمالات اور معاصر اصطلاحی مفہوم کے درمیان فرق کو واضح کیا جا سکے۔

[17] *Al-A'rāf*, 7:154.
[18] Ālūsī, Shihāb al-Dīn Maḥmūd, *Rūḥ al-Ma'ānī fī Tafsīr al-Qur'ān al-'Aẓīm* (Bayrūt: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1985), 9:78.
[19] *Al-Anfāl*, 8:2.
[20] *Āl 'Imrān*, 3:175.

## 2. سنتِ نبویہ ﷺ میں "رھب" کے استعمالات کا تجزیہ

سنتِ نبویہ ﷺ میں بھی "الإرھاب" اور اس کے مشتقات متعدد مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔ ان معانی کا تعلق قرآنِ کریم میں وارد استعمالات سے ملتا جلتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مشہور دعا میں وارد ہے:

«اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ» [21]

ترجمہ: "اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے سامنے جھکا دیا، اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا، اپنی پشت تیرے حوالے کر دی، تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے خوف کے ساتھ۔"

فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی نے "رَغْبَةً وَرَهْبَةً" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: «رَغْبَةً إِلَيْهِ فِي الثَّوَابِ، وَرَهْبَةً مِنْهُ مِنَ الْعِقَابِ» [22] ترجمہ: "رغبت سے مراد اس سے ثواب کی امید ہے، اور رہبت سے مراد اس کے عذاب سے ڈرنا ہے۔" ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى ثَلَاثِ طَرَائِقَ: رَاغِبِينَ رَاهِبِينَ» [23] ترجمہ: "لوگ قیامت کے دن تین حالتوں میں جمع کیے جائیں گے: کچھ امید رکھنے والے اور خوف رکھنے والے ہوں گے۔" شرح صحیح مسلم میں امام نووی نے اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

«الرَّاغِبُونَ: الَّذِينَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ، وَالرَّاهِبُونَ: الَّذِينَ يَخَافُونَ عَذَابَ اللَّهِ» [24]

ترجمہ: "راغبون وہ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور راھبون وہ ہیں جو اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔"

ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ نے ایک طویل نماز کے بارے میں فرمایا: « إِنَّهَا صَلَاةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ » [25] ترجمہ: "یہ رغبت اور خوف کی نماز ہے۔" تیسرے پہلو کے طور پر، رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر دشمن پر رعب ڈالنے کی بھی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: « سِيرُوا عَلَى هَيْئَتِكُمْ، فَإِنَّهُ أَرْهَبُ لِلْعَدُوِّ » [26] ترجمہ: "اپنی ہیئت پر چلو، کیونکہ یہ دشمن کے لیے زیادہ خوفناک ہے۔"

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ سنتِ نبویہ ﷺ میں "رھب" اور اس کے مشتقات بنیادی طور پر خوفِ الٰہی، خشیت، عاجزی، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح بعض مواقع پر یہ لفظ دشمن پر رعب و ہیبت قائم کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

## 3. اسلامی اصطلاحات میں دہشت گردی کے قریب ترین تصورات

اسلام جو کامل و مکمل ضابطۂ حیات ہے اور انسانوں کی جان و مال، عزت و ناموس کا محافظ ہے، اس بناء پر شریعتِ اسلامیہ میں دہشت گردی کا تصور کیا ہے؟ اس کا جائزہ لینے کے لیے ہمیں اسلامی فقہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ دہشت گردی کے موجودہ حالات کے تناظر میں معروف تصور اور حقیقت شریعتِ اسلامیہ میں ذکر کی گئی دو صورتوں میں پائی جاتی ہے: (۱) جرمِ حرابہ میں (۲) جرمِ بغاوت میں، جرمِ بغاوت کا تعلق اس مسلح کوشش کے ساتھ ہے جو ملک میں موجودہ سیاسی حکومت کے خلاف کی جاتی ہے۔ جبکہ جرمِ حرابہ امن و امان کے ختم کرنے اور معاشرہ میں بدامنی

[21] Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Bayrūt: Dār Ibn Kathīr, 1993), Kitāb al-Daʿawāt, Ḥadīth No. 6313.
[22] Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Bayrūt: Dār al-Maʿrifah, 1379 AH), 11:111.
[23] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Bayrūt: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1975), Kitāb al-Jannah, Ḥadīth No. 2862
[24] Nawawī, Muḥyī al-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf, *Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj* (Bayrūt: Dār al-Maʿrifah, 1994), 17:192
[25] Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Jāmiʿ al-Tirmidhī* (Bayrūt: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1975), Ḥadīth No. 2175
[26] Abū Dāʾūd, Sulaymān ibn Ashʿath, *Sunan Abī Dāʾūd*, Ḥadīth No. 2615.

پھیلانے کی ایک مسلح کوشش یا جرم ہے، جسے اسلامی شریعت میں "جرائم الحدود" میں شامل کیا جاتا ہے۔ چونکہ "جرم بغاوت" دہشت گردی کے عصری تصور سے زیادہ قریب ہے، اس کو ہم آئندہ ذرا تفصیل سے ذکر کریں گے، پہلے جرم حرابہ سے متعلق تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

**مبحث سوم: جرمِ حرابہ: تعریف، سزا اور دہشت گردی سے تعلق**

حرابہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لڑائی" یا "جنگ" کے ہیں، لیکن اصطلاحِ فقہ میں اس کا ایک خاص مفہوم ہے۔ حرابہ سے مراد وہ جرم ہے جس میں کوئی شخص یا گروہ زبردستی لوگوں کا مال چھینے، انہیں قتل کرے، یا ان کے دلوں میں خوف وہراس پھیلائے۔

**1. حرابہ کی لغوی تعریف**

حرابہ لغت میں "حرب" سے ماخوذ ہے جس کے معنی جنگ، لڑائی، اور مخاصمت کے ہیں۔ اسی سے "محارب" کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب ہے وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑے۔ علامہ ابن منظور رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«الْحِرَابَةُ: الْخُرُوجُ عَلَى النَّاسِ بِالْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ وَأَخْذِ الأَمْوَالِ» [27]

ترجمہ: "حرابہ: لوگوں پر زبردستی اور غلبے کے ساتھ خروج کرنا اور ان کے مال چھیننا ہے۔"

**2. حرابہ کی اصطلاحی تعریف**

حرابہ اصطلاحِ فقہاء میں ڈاکہ ڈالنے یا لوٹ مار کرنے کا نام ہے۔ فقہاء نے اس کی تعریف یوں کی ہے: اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حرابہ راہ گیر پر حملہ کرنا ہے، مال لوٹنے کے لیے غلبے کے ایسے طریقے سے کہ جس کی وجہ سے راہ گیروں کے لیے راستہ بند ہو جائے، خواہ یہ بندش کسی گروپ کی طرف سے ہو یا کسی ایک فرد کی طرف سے، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے پاس واقعی راستہ بند کرنے کی قوت ہو، اور یہ سدّ طریق اسلحہ سے ہو یا لاٹھی، پتھر، لکڑی وغیرہ سے۔ علامہ ابن ہمام اور علامہ سرخسی سے "حرابہ" کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:

«وَهُوَ الْخُرُوجُ عَلَى الْمَارَّةِ لِأَخْذِ الْمَالِ عَلَى سَبِيلِ الْمُغَالَبَةِ، عَلَى وَجْهٍ يَمْتَنِعُ الْمَارَّةُ عَنِ الْمُرُورِ وَيَنْقَطِعُ الطَّرِيقُ، سَوَاءٌ كَانَ الْقَطْعُ مِنْ جَمَاعَةٍ أَوْ مِنْ وَاحِدٍ، بَعْدَ أَنْ تَكُونَ لَهُ قُوَّةُ الْقَطْعِ، وَسَوَاءٌ كَانَ الْقَطْعُ بِسِلَاحٍ أَوْ غَيْرِهِ مِنَ الْعَصَا وَالْحَجَرِ وَالْخَشَبِ وَنَحْوِهَا» [28]

ترجمہ: "اور وہ راہ گیر پر حملہ کرنا ہے، مال لوٹنے کے غلبہ کے طریقے پر، اس طرح کہ راہ گیروں کے لیے راستہ بند ہو جائے اور راستہ روک لیا جائے، خواہ یہ روکنا کسی گروہ کی طرف سے ہو یا کسی ایک فرد کی طرف سے، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے پاس واقعی روکنے کی قوت ہو، خواہ یہ روکنا اسلحہ سے ہو یا لاٹھی، پتھر، لکڑی وغیرہ سے۔"

علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«قَطْعُ الطَّرِيقِ هُوَ الْإِحْرَازُ بِالْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ لِمَالِ الْغَيْرِ عَلَى طَرِيقِ الْعُلُوجِ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَأْخُذَ مَالَ الْإِنْسَانِ ظَاهِرًا بِالْقُوَّةِ وَالْقَهْرِ» [29]

ترجمہ: "راستہ روکنا یہ ہے کہ زبردستی اور غلبے کے ساتھ دوسروں کا مال لے لیا جائے، اور یہ اس طرح ہو کہ کھلم کھلا زبردستی سے انسان کا مال لے لیا جائے۔"

---

[27] Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram, *Lisān al-ʻArab* (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1990), mādda "Ḥarb."
[28] Ibn Humām, Kamāl al-Dīn Muḥammad ibn ʻAbd al-Wāḥid, *Fatḥ al-Qadīr* (Quetta: Maktabah Rashīdīyah, 2000), 4:270; Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Al-Mabsūṭ* (Bayrūt: Dār al-Maʻrifah, 1986), 9:195.
[29] Kāsānī, ʻAlāʼ al-Dīn Abū Bakr ibn Masʻūd, *Badāʾiʻ al-Ṣanāʾiʻ fī Tartīb al-Sharāʾiʻ* (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʻIlmīyah, 1986), 7:90.

اس تعریف سے واضح ہو گیا کہ ڈاکو وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس قوت وطاقت ہو اس قدر کہ راہ گیر ان کا مقابلہ نہ کر سکے، اور ان کا مقصد راستہ روکنا اور لوگوں کو لوٹنا ہو اسلحے کے ذریعہ یا کسی اور چیز کے ذریعہ سے۔

### 3. حرابہ کی شرائط

فقہاء نے حرابہ کے جرم کے تحقق کے لیے کئی شرائط بیان کی ہیں:

**پہلی شرط: قوت وطاقت کا ہونا**- باغی یا ڈاکو کے پاس اتنی طاقت ہو کہ وہ لوگوں کے راستے روک سکے اور ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر کوئی شخص کمزور ہو اور اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو، تو اس کا مال لینا حرابہ نہیں بلکہ چوری شمار ہوگا۔

**دوسری شرط: فضاء میں عمل کا ہونا**- حرابہ کا جرم کھلی فضاء میں ہو، کسی بند جگہ میں نہیں۔ امام سرخسی لکھتے ہیں: «وَلَا يَكُونُ قَطْعُ الطَّرِيقِ إِلَّا فِي الصَّحْرَاءِ دُونَ الْمِصْرِ»[30] ترجمہ: "راستہ روکنا شہر میں نہیں بلکہ صحرا میں ہوتا ہے۔"

**تیسری شرط: مال کا ہدف ہونا یا قتل کا ارادہ**- ڈاکوؤں کا مقصد یا تو مال چھیننا ہو یا قتل کرنا، یا دونوں۔

**چوتھی شرط: راستہ روکنا:** ڈاکوؤں نے راستہ اس طرح روکا ہو کہ لوگ وہاں سے گزر نہ سکیں۔

**4. قرآنِ کریم میں حرابہ کی سزا**- اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حرابہ کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[31]

ترجمہ: "بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی دی جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرابہ کی چار ممکنہ سزائیں بیان کی ہیں:

(۱) قتل: اگر صرف قتل کیا ہو

(۲) قتل وصلب: اگر قتل بھی کیا ہو اور مال بھی چھینا ہو

(۳) قطع ید ورجل من خلاف: اگر صرف مال چھینا ہو، قتل نہ کیا ہو

(۴) نفی من الارض: اگر صرف خوف پھیلایا ہو

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

«هَذِهِ الْآيَةُ نَزَلَتْ فِي قُطَّاعِ الطَّرِيقِ، وَهُمْ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لِأَنَّهُمْ خَرَجُوا عَنْ طَاعَةِ اللَّهِ وَ أَفْسَدُوا فِي الْأَرْضِ»[32]

ترجمہ: "یہ آیت راستہ روکنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے اس لیے لڑتے ہیں کہ وہ اللہ کی اطاعت سے نکل گئے اور زمین میں فساد پھیلایا۔"

---

[30] Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Al-Mabsūṭ*, 9:195.
[31] *Al-Mā'idah*, 5:33.
[32] Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qur'ān*, 6:125.

**5. حرابہ کی سزا پر فقہاء کا اختلاف**

جرم حرابہ کی سزا کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیت مبارکہ میں ذکر کردہ سزائیں (قتل، صلب، قطع ید و رجل من خلاف، اور نفی من الارض) اختیاری ہیں یا جرم کے بقدر سزا میں شدت علی الترتیب ہے۔

**قول اول (ترتیب کے ساتھ):** امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حبل رحمہم اللہ کے نزدیک حرابہ کی سزا اسی ترتیب پر ہوگی جو آیت کریمہ میں مذکور ہے۔ حنفیہ کے نزدیک:

- اگر صرف مال چھینا ہے تو قطع ید و رجل من خلاف کی سزا ہوگی۔
- اگر محض قتل کیا ہے تو سزا صرف قتل ہوگی۔
- اور اگر قتل و اخذ مال دونوں جرم کیے ہیں تو امام کو اختیار ہے: اگر چاہے تو ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھر قتل کرے اور سولی چڑھائے، یا صرف قتل و سولی پر چڑھائے اور قطع ید و رجل چھوڑ دے۔
- اور اگر صرف راہ گیروں کو خوف زدہ کرے، نہ ان سے مال چھینے نہ قتل کرے تو اس کی سزا نفی من الارض ہے یعنی اسے قید میں ڈال دیا جائے اور تعزیری سزا دی جائے۔

امام شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک:

- اگر صرف مال لوٹے تو قطع ید و رجل من خلاف ہوگا۔
- اگر قتل کرے تو قتل ہوگا لیکن سولی نہیں چڑھایا جائے گا۔
- اور اگر قتل بھی کرے اور مال بھی چھین لے تو قتل و سولی دونوں ہوں گے۔
- اور اگر صرف خوف زدہ کرے تو نفی من الارض ہوگی۔

**قول دوم (امام کے اختیار میں):** امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سزا امام کے اجتہاد اور فقہاء کرام کے مشورے سے طے کی جائے گی، اس میں جو سزا قرینِ مصلحت ہو اور فساد کو زیادہ ختم کرنے والی ہو امام اسی کو اختیار کرے گا۔

اس ساری تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام میں دہشت گردی کی ایک صورت "حرابہ" ہے جس میں کوئی فرد یا گروہ پر امن راہ گیروں کے مال، جان، عزت و آبرو کو لوٹ لیتے ہیں یا انہیں خوفزدہ کرتے ہیں۔ اور اسلام نے ان کی بیخ کنی کے لیے باقاعدہ "حد" کی سزا مقرر کی ہے۔

**مبحث چہارم: جرم بغاوت (بغی): تعریف، احکام اور عصری اطلاق**

بغاوت کو عربی میں "بغی" کہتے ہیں اور بغی کا لغوی مطلب ہوتا ہے "طلب" اور دوسرا مطلب آتا ہے "تعدی اور زیادتی"۔

**1. بغی کی لغوی و اصطلاحی تعریف**

لغت میں "بغی" کے معنی سرکشی کرنا، حد سے تجاوز کرنا، اور نافرمانی کرنا ہے۔

اصطلاحی تعریف میں فقہاء نے بغاوت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

«هُمْ قَوْمٌ لَهُمْ شَوْكَةٌ وَمَنْعَةٌ خَالَفُوا الْمُسْلِمِينَ فِي بَعْضِ الْأَحْكَامِ بِالتَّأْوِيلِ وَظَهَرُوا عَلَى بَلْدَةٍ مِنَ الْبِلَادِ وَكَانُوا فِي عَسْكَرٍ وَأَجْرَوْا أَحْكَامَهُمْ»[33]

ترجمہ: "وہ باغی لوگ ہیں جن کے پاس اسلحہ اور محفوظ مقام ہو اور وہ عام مسلمانوں کے بعض احکام میں کسی شرعی دلیل کی بناء پر مخالف ہو چکے ہوں اور انہوں نے کسی شہر پر غلبہ حاصل کر لیا ہو اور وہ ایک لشکر کے ساتھ ہوں اور وہاں انہوں نے اپنے سرکاری احکامات جاری کرنے لگے ہوں۔"

[33] Ibn Humām, Kamāl al-Dīn Muḥammad ibn ʻAbd al-Wāḥid, *Fatḥ al-Qadīr*, 4:408.

علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے "الأحکام السلطانیہ" میں بغاوت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

«الْبَغْيُ هُوَ الْخُرُوجُ عَلَى الْإِمَامِ بِالْمُحَارَبَةِ وَالتَّأْوِيلِ، سَوَاءٌ كَانَ الْخَارِجُ وَاحِدًا أَوْ جَمَاعَةً» [34]

ترجمہ: "بغی کسی شرعی تاویل کی بناء پر امام کے خلاف مسلح خروج ہے، خواہ خروج کرنے والا ایک فرد ہو یا جماعت۔"

**2. بغاوت کے اسباب**

اسلامی تعلیمات میں بغاوت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن بعض اسباب کی بناء پر لوگ بغاوت پر اکسا سکتے ہیں:

(۱) امام کی جانب سے ظلم و جبر: اگر حاکم اپنی رعایا پر ظلم و جبر کرے تو لوگ اس کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں۔

(۲) شرعی حکم کی خلاف ورزی: اگر حاکم کسی شرعی حکم کو نافذ کرنے سے انکار کرے تو لوگ اس کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں۔

(۳) کسی تاویل کی بناء پر: بعض اوقات لوگ کسی دینی تاویل کی بناء پر بھی بغاوت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

**3. بغاوت کے احکام**

اسلام نے باغیوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے لیے واضح احکام دیے ہیں۔

**پہلا حکم: باغیوں کو دعوت دینا**- امام کو چاہیے کہ وہ پہلے باغیوں کو راہِ راست پر آنے کی دعوت دے، اور انہیں سمجھائے کہ ان کا طرزِ عمل درست نہیں ہے۔

**دوسرا حکم: باغیوں سے قتال کرنا**- اگر باغی دعوت قبول نہ کریں تو امام ان سے قتال کرے گا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ أَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [35]

ترجمہ: "اور اگر مومنوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرو اور انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن اس میں کئی شرائط ہیں:

- باغی گروہ کے پاس قوت و شوکت ہو۔
- باغی گروہ کو پہلے دعوت دی جائے۔
- قتال اس وقت تک جاری رہے جب تک وہ حق کی طرف نہ لوٹ آئیں۔

**تیسرا حکم: فرار ہونے والوں کا تعاقب نہ کرنا**- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا يُقْتَلُ مُدْبِرٌ وَلَا يُذَفَّفُ عَلَى جَرِيحٍ» [36] ترجمہ: "فرار ہونے والا قتل نہ کیا جائے، اور زخمی کو ختم نہ کیا جائے۔"

یہ جنگ کے اسلامی اصول ہیں جو باغیوں کے ساتھ بھی لاگو ہوتے ہیں۔

**4. دورِ حاضر میں بغاوت کا تصور اور دہشت گردی سے تعلق**

دورِ حاضر میں "دہشت گردی" کا جو تصور ہے وہ شریعتِ اسلامیہ میں بیان کردہ بغاوت کے عمل میں پایا جاتا ہے، کیونکہ باغی لوگ بغاوت کی وجہ سے ملک میں بدامنی و انتشار پھیلاتے ہیں اور اسلام نے اس عمل کو جرم قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ نَزَعَ يَدَهُ مِنْ طَاعَةِ إِمَامِهِ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُ يَمُوتُ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» [37]

---

[34] Māwardī, ʻAlī ibn Muḥammad, *Al-Aḥkām al-Sulṭānīyah* (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1996), 78.
[35] *Al-Ḥujurāt*, 49:9.
[36] Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad*, Ḥadīth No. 1234.

ترجمہ: "جس نے حکمران کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو شخص جماعت سے مفارقت اختیار کرتے ہوئے مرے گا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

«مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً، وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ أَوْ يَدْعُو إِلَى عَصَبَةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ، وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ» [38]

ترجمہ: "جس نے اطاعت سے خروج کیا اور جماعت سے مفارقت اختیار کر کے مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا، اور جس نے اندھی پرچم تلے لڑائی کی، کسی عصبیت کی وجہ سے غصہ کیا، کسی عصبیت کی طرف بلایا، یا کسی عصبیت کی مدد کی اور پھر قتل ہوا تو اس کا قتل جاہلیت والا ہے، اور جس نے میری امت پر بغاوت کی، نیک اور بد کو مارا، مومن سے کنارہ نہیں کیا، اور عہد والے کے عہد کو پورا نہیں کیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اس سے نہیں ہوں۔"

**مبحث پنجم: لغوی معنی کے لحاظ سے اسلام میں دہشت گردی کا مفہوم (جائز و ناجائز صورت)**

لغوی اعتبار سے "دہشت گردی" کے جائز اور ناجائز دونوں پہلو ہیں۔ ذیل میں ہم دونوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

**1. ناجائز (حرام) دہشت گردی**

اسلام میں وہ دہشت گردی حرام ہے جس میں ڈر اور خوف کا ہدف پر امن شہری یا مسلمان ہو۔ اسلام میں جا بجا اس قسم کا خوف پھیلانا مذموم اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا» [39] ترجمہ: "کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ کرے۔" یہ حدیث نہایت واضح ہے کہ کسی بھی مسلمان کو دوسرے مسلمان کو خوفزدہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: «مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا» [40] ترجمہ: "جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" یہ حدیث انتہائی سخت ہے کہ جو شخص مسلمانوں پر ہتھیار اٹھائے گا وہ امت محمدیہ سے خارج ہو جائے گا۔ تیسری حدیث میں ہے:

«مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهَا وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ» [41]

ترجمہ: "جس نے اپنے بھائی کی طرف لوہے کا اشارہ کیا، فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے، خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شرعی مواقع اور اجازتوں کے کسی کو خوفزدہ کرنا، دہشت زدہ کرنا، خوف و ہراس پھیلانا اسلام میں ناجائز اور ممنوع ہے۔

**2. جائز (حلال) دہشت گردی (دفاعی رعب)**

دہشت گردی کے عصری تصور سے قطع نظر، لفظی اعتبار سے ایک صورت جائز دہشت گردی کی بھی ہے۔ وہ یہ کہ مسلمان اس طرح سے اپنے آپ کو اسلحہ و آلات حرب سے مسلح کریں کہ دشمن پر ان کا ایسا خوف، دہشت طاری ہو جائے کہ وہ مسلمانوں کی طرف میلی نظر سے بھی نہ دیکھیں۔ یہ "دہشت زدگی" نہ صرف جائز بلکہ اسلام میں اس کا حکم ہے۔

---

[37] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Imārah, Ḥadīth No. 1848.
[38] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Imārah, Ḥadīth No. 1849.
[39] Abū Dā'ūd, Sulaymān ibn Ash'ath, *Sunan Abī Dā'ūd*, Ḥadīth No. 2759.
[40] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Īmān, Ḥadīth No. 99.
[41] Abū Dā'ūd, Sulaymān ibn Ash'ath, *Sunan Abī Dā'ūd*, Ḥadīth No. 4243.

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ [42]

ترجمہ: "اور ان کے مقابلے میں جہاں تک ہو سکے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے دشمنوں، اپنے دشمنوں، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو خوف زدہ کر سکو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انہیں جانتا ہے۔"

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی ممکنہ طاقت تیار رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ دشمنِ اسلام مسلمانوں کی قوت و شوکت سے مرعوب رہے اور حملے کی جرأت نہ کرے۔ یہاں "تُرْهِبُونَ" کا استعمال دفاعی قوت اور دشمن پر رعب و ہیبت قائم کرنے کے معنی میں ہوا ہے، نہ کہ ظلم و فساد کے مفہوم میں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾ [43]

ترجمہ: "تم یقیناً ان کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ خوف رکھتے ہو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔"

اس آیت میں "رَهْبَةً" کا استعمال ہیبت، خوف اور مرعوبیت کے معنی میں ہوا ہے۔ یعنی منافقین اور یہود مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے اس قدر مرعوب تھے کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف اللہ کے خوف سے زیادہ غالب تھا۔ ان آیات کے مجموعی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآنِ کریم میں "رھب" اور اس کے مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں، جن میں خوفِ الٰہی، خشیت، نفسیاتی ہیبت، دفاعی deterrence، اور قلبی کیفیت شامل ہیں۔ لہٰذا عصرِ حاضر میں "الإرهاب" کو صرف منفی اور تخریبی معنی میں محدود کر دینا، قرآنی استعمالات کے مکمل دائرے کی نمائندگی نہیں کرتا۔ ڈاکٹر فرماوی مصری نے "الإرهاب في المفهوم الإسلامي" کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

«بِأَنَّهُ إِفْزَاعُ الْأَعْدَاءِ وَتَخْوِيفُهُمْ وَإِلْقَاءُ الرُّعْبِ فِي قُلُوبِهِمْ بِسَبَبِ امْتِلَاكِ أَدَوَاتِ التَّقَدُّمِ وَالتَّفَوُّقِ الْمَادِّيِّ وَالْمَعْنَوِيِّ مِمَّا يُسَاعِدُ عَلَى حِمَايَةِ الْمَبَادِئِ وَنَشْرِ الْأَفْكَارِ دُونَ تَصَدٍّ لِأَصْحَابِهَا أَوِ اعْتِدَاءٍ عَلَيْهِمْ» [44]

ترجمہ: "اس سے مراد دشمنوں کو خوف زدہ کرنا، انہیں ڈرانا، اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنا ہے، اس بنیاد پر کہ مسلمانوں کے پاس مادی اور معنوی ترقی و برتری کے وسائل موجود ہوں۔ اس سے اصولوں کے تحفظ اور افکار کی اشاعت میں مدد ملتی ہے، بغیر اس کے کہ ان اصولوں کے حاملین کو روکا جائے یا ان پر حملہ کیا جائے۔"

## مبحث ششم: دہشت گردی کے اسباب اور محرکات

دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بنیادی اسباب و وجوہات کو ختم کیا جائے۔ یہاں ہم دہشت گردی کے صرف وہ اسباب ذکر کریں گے جو عام اور واضح ہیں۔

### 1. دہشت گردی کی اقسام

دہشت گردی تین طرح کی ہوتی ہے: انفرادی، گروہی اور ریاستی / بین الاقوامی۔

### انفرادی / شخصی دہشت گردی اور اس کے اسباب

انفرادی دہشت گردی کا سبب ذاتی انتقام یا ذہنی بیماری ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی انسان اپنے حالات، ماحول اور ذہن و نفسیاتی بیماری کی وجہ سے تشدد کی راہ اختیار کر سکتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ انفرادی دہشت گردی کا سبب وہ تعمیر شخصیت میں نقصان و کمی بھی بنتا

[42] *Al-Anfāl*, 8:60
[43] *Al-Ḥashr*, 59:13.
[44] Farmāwī, ʻAbd al-Ḥayy, *Al-Irhāb bayna al-Farḍ wa al-Rafḍ fī Mīzān al-Islām* (Bayrūt: Dār al-Bashīr lil-Thaqāfah wa al-ʻUlūm, 1419 AH), 17

ہے جب بچے کی صحیح نشو و نما نہ ہو اور وہ باپ کی تربیت اور ماں کی شفقت سے محروم ہو جائے تو اس کی طبیعت و مزاج میں تشدد آ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے جذبات و خیالات کے پورا ہونے میں رکاوٹوں کو تشدد، اغواء جیسی حرکتوں سے دور کرتا ہے۔

**گروہی یا جماعتی دہشت گردی اور اس کے اسباب**

گروہی دہشت گردی کا مقصد گروپ یا جماعتوں میں دہشت گردی کا ظاہر ہونا ہے۔ اس کے عوامل و اسباب مختلف ہوتے ہیں:

(۱) قبائل کی آپس میں خاندانی رنجشیں، جس کی وجہ قومی، نسلی، لسانی تعصبات ہوتے ہیں۔ اس میں ایک گروہ اپنی دشمنی کا بدلہ دوسرے سے ہر قسم کے گھناونے اقدام کے ذریعہ سے لیتا ہے۔

(۲) مذہبی گروپ اور جماعتوں کے درمیان ایک دوسرے کے نظریات سے اختلافات کی وجہ سے مساجد و عبادت گاہوں پر حملے، جلسے جلوسوں میں بم دھماکے وغیرہ اسی قسم کی دہشت گردی کی مثالیں ہیں۔

(۳) ایک سیاسی جماعت دوسری سیاسی جماعت کو سیاسی طور پر کمزور کرنے کے لئے مختلف طور طریقے و تشدد کے راستے اختیار کرتی ہے، مثلاً اپوزیشن، حکومتی پارٹی کو بدنام کرنے کے لیے ملک میں دھماکے، ٹرینوں میں دھماکے، سیاسی و مذہبی شخصیات کو بے گناہ قتل کرنا وغیرہ۔

بین الاقوامی / ریاستی دہشت گردی اور اس کے اسباب

ریاستی دہشت گردی کا مطلب یہ ہے کہ ملک گیری کی ہوس اس قدر غالب ہو جائے کہ طاقتور ملک اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے پر امن ممالک پر حملہ کر کے ان کا چین و سکون تباہ کر دے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سیاسی غلبہ پانے کی کوشش تاکہ اپنے ملک کی سرحدوں کو مزید بڑھایا جا سکے۔

(۲) عالمی سطح پر اقتصادی و معاشی نظام کا عدمِ توازن۔ جب امیر ممالک ایسی اقتصادی پالیسیاں بناتے ہیں جس سے غریب ممالک کا معاشی استحصال ہوتا ہے تو اس سے بھی دہشت گردی جنم لیتی ہے۔

(۳) جب طاقتور ملک یا قوم کی طرف سے کمزور و محکوم افراد یا ملک پر ظلم و جبر کیا جاتا ہے تو وہ پھر اس کے ردِّ عمل میں ہر قسم کے اقدامات کرتے ہیں اور پھر وہ کسی قسم کے ضابطہ اخلاق کے پابند نہیں رہتے۔

**2. دہشت گردی کے بنیادی اسباب کا تفصیلی جائزہ**

دہشت گردی کے وہ بنیادی اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

**پہلا سبب: سیاسی استبداد اور جبر**۔ جب کوئی حکومت اپنی رعایا پر ظلم و جبر کرتی ہے، ان کی بنیادی آزادیوں کو سلب کرتی ہے، اور ان کی آواز کو دباتی ہے، تو لوگ جبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بعض اوقات تشدد کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾[45]

ترجمہ: "اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے لوگ ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی ولی بنا دے اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا دے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوموں اور مستضعفین کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے، اور جب ظلم کی انتہا ہو جائے تو اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔

**دوسرا سبب: معاشی عدم توازن اور استحصال**۔ جب معاشی وسائل کی تقسیم میں عدم توازن ہو اور ایک طبقہ دولت پر دولت کماتا رہے جبکہ دوسرا طبقہ بھوکا رہے، تو یہ بھی دہشت گردی کو جنم دیتا ہے۔

---

[45] *Al-Nisā'*, 4:75.

**تیسرا سبب: عالمی سطح پر ناانصافی اور دوہرے معیار**–جب طاقتور ممالک کمزور ممالک پر حملہ کرتے ہیں، ان کے وسائل لوٹتے ہیں، اور بین الاقوامی قانون کو پامال کرتے ہیں، تو یہ تشدد کو جنم دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا»[46] ترجمہ: "اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔" صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: اسے ظلم سے روک کر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

**چوتھا سبب: مذہبی و نظریاتی انتہاپسندی**–بعض گروہ اپنے مذہب یا نظریے کی غلط تعبیر پیش کرتے ہیں اور لوگوں کو تشدد پر اکساتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾[47] ترجمہ: "اور زیادتی نہ کرو، یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔"

**پانچواں سبب: ذاتی انتقام اور ذہنی بیماری**–کچھ لوگ اپنے ذاتی مفاد یا انتقام کے لیے دہشت گردی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

**چھٹا سبب: تعمیر شخصیت میں کمی**–جب بچے کی صحیح نشوونما نہ ہو، اسے پیار و محبت نہ ملے، اور اس کے اندر بغض و کینہ پروان چڑھے تو وہ بڑا ہو کر تشدد کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

**3. دہشت گردی کے خاتمے کے لیے عملی تجاویز**–دہشت گردی کے خاتمے کے لیے صرف طاقت کا استعمال کافی نہیں، بلکہ اس کے بنیادی اسباب کو ختم کرنا ضروری ہے۔ چند تجاویز درج ذیل ہیں:

(۱) سیاسی اصلاحات: سیاسی استبداد اور جبر کو ختم کیا جائے، اور لوگوں کو بنیادی حقوق دیے جائیں۔

(۲) معاشی انصاف: معاشی عدم توازن کو دور کیا جائے اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کی جائے۔

(۳) عالمی انصاف: عالمی سطح پر عدل و انصاف کو فروغ دیا جائے، اور دوہرے معیار کو ختم کیا جائے۔

(۴) تعلیم و تربیت: بچوں کی صحیح تربیت اور تعمیر شخصیت پر توجہ دی جائے۔

(۵) مذاکرات و مفاہمت: دہشت گردوں کے ساتھ مذاکرات اور مفاہمت کی کوشش کی جائے، اگر وہ اپنی شکایات درست طریقے سے منوانا چاہیں۔

یہ وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی وجہ سے دہشت گردی جنم لیتی ہے۔ اگر ان اسباب کو ختم نہ کیا گیا تو جتنا بھی زور لگا لیا جائے دہشت گردی بڑھ تو سکتی ہے ختم نہیں ہو سکتی۔

**خلاصہ بحث**

مندرجہ بالا تفصیلی تجزیے کے بعد ہم درج ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں:

اول: دہشت گردی کی اصطلاح ایک متنازع اور پیچیدہ اصطلاح ہے، کیونکہ مختلف ریاستیں، گروہ اور عالمی قوتیں اسے اپنے سیاسی، عسکری اور نظریاتی مقاصد کے مطابق استعمال کرتی ہیں۔ ایک ہی عمل کو کوئی فریق دفاعِ مشروع کہتا ہے جبکہ دوسرا اسے دہشت گردی قرار دیتا ہے۔

دوم: لغوی اعتبار سے دہشت گردی کا مفہوم خوف، رعب، ہیبت اور دہشت پھیلانے سے متعلق ہے، لیکن اصطلاحی اور عرفی اعتبار سے ہر خوف پیدا کرنے والا عمل دہشت گردی نہیں کہلا سکتا۔ دہشت گردی کی تعریف میں بنیادی عناصر "ناحق خوف پھیلانا" اور "پرامن شہریوں کو نشانہ بنانا" ہیں۔

سوم: اسلامی لٹریچر میں "ارہاب" کا استعمال ہمیشہ منفی معنی میں نہیں ہوا، بلکہ قرآن و سنت میں یہ لفظ خوفِ الٰہی، خشیت، ہیبت کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ البتہ موجودہ دور میں "ارہاب" کا جو منفی مفہوم رائج ہے، اس کا تعلق فساد فی الارض اور حرابہ سے ہے۔

چہارم: اسلامی فقہ میں جدید دہشت گردی سے قریب دو تصورات ملتے ہیں: حرابہ اور بغاوت۔ حرابہ میں راستہ روکنا، مال لوٹنا، قتل کرنا، یا عام لوگوں کو خوف زدہ کرنا شامل ہے، جبکہ بغاوت ریاستی نظم کے خلاف مسلح خروج سے متعلق ہے۔

---

[46] Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Maẓālim, Ḥadīth No. 2444
[47] *Al-Baqarah*, 2:190

پنجم: اسلام نے حرابہ کو سنگین جرم قرار دیا ہے اور اسے فساد فی الارض سے تعبیر کیا ہے۔ اس جرم کے لیے شریعت نے سخت سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ معاشرے میں امن وامان قائم رہے۔

ششم: اسلام ناحق خوف وہراس پھیلانے کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ کسی بے گناہ انسان، پرامن شہری، مسلمان یا غیر مسلم کو بلاجواز خوف زدہ کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ البتہ دشمن پر دفاعی رعب ڈالنا اور طاقت کا مظاہرہ کرنا جائز ہے۔

ہفتم: دہشت گردی کے اسباب مختلف سطحوں پر پائے جاتے ہیں، جن میں ذاتی انتقام، نفسیاتی خرابی، غلط تربیت، قبائلی و نسلی تعصب، مذہبی و سیاسی اختلافات، ریاستی ظلم، معاشی ناانصافی، اور عالمی سطح پر طاقتور ممالک کی زیادتیاں شامل ہیں۔

ہشتم: دہشت گردی کے خاتمے کے لیے صرف طاقت کا استعمال کافی نہیں، بلکہ اس کے بنیادی اسباب کو ختم کرنا ضروری ہے، خصوصاً ظلم، ناانصافی، اور بین الاقوامی قانون کی غیر منصفانہ تطبیق۔

نہم: ہر مسلح جدوجہد دہشت گردی نہیں ہے۔ اگر کوئی قوم اپنے دفاع، آزادی، یا ظلم واستعمار کے خلاف جائز حدود میں جدوجہد کرے تو اسے دہشت گردی قرار دینا علمی اور شرعی طور پر درست نہیں۔

دہم: ریاستی دہشت گردی بھی دہشت گردی کی ایک اہم صورت ہے، جسے اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ طاقتور ریاستیں جب کمزور قوموں پر سیاسی غلبے، معاشی مفادات یا توسیع پسندی کے لیے ظلم کرتی ہیں تو اس سے بدامنی اور تشدد جنم لیتا ہے۔

**تجاویز و سفارشات**

اول: بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کی ایک متفقہ تعریف وضع کی جائے جو سیاسی مفادات سے بالاتر ہو، اور اس میں ریاستی دہشت گردی کو بھی شامل کیا جائے۔

دوم: طاقتور ممالک کو چاہیے کہ وہ دوسرے ممالک پر حملوں اور ظلم وجبر سے باز رہیں، اور بین الاقوامی قوانین کا احترام کریں۔

سوم: مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دفاع اور آزادی کی جدوجہد کو جائز حدود میں رکھیں اور غیر محارب شہریوں کو نشانہ بنانے سے گریز کریں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق غیر محارب شہریوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت لازم ہے۔

چہارم: مسلمانوں کی عسکری طاقت کو صرف دفاعی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے، جیسا کہ قرآن نے حکم دیا ہے: "وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ" (اور ان کے لیے تیار کرو جتنی طاقت تم میں ہے) تاکہ دشمن حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے۔

پنجم: دہشت گردی کے خلاف جنگ میں دوہرے معیار کو ختم کیا جائے۔ کسی ایک ملک کی کارروائیوں کو دہشت گردی کے خلاف جنگ قرار دینا اور دوسرے کی اسی طرح کی کارروائیوں کو دہشت گردی قرار دینا علمی اور اخلاقی طور پر درست نہیں۔

ششم: بچوں کی صحیح اسلامی تربیت پر توجہ دی جائے تاکہ وہ تشدد اور انتہا پسندی سے محفوظ رہیں۔ اس کے لیے خاندانی نظام کو مضبوط کیا جائے اور مدارس واسکولوں میں امن وبردباری کی تعلیم دی جائے۔

ہفتم: علما ومفکرین کو چاہیے کہ وہ جہاد کے صحیح مفہوم کو واضح کریں اور اسے دہشت گردی سے الگ رکھیں۔ جہاد کا مطلب دوسروں پر حملہ کرنا نہیں بلکہ اپنے دفاع کے لیے ہے۔

ہشتم: حکومتوں کو چاہیے کہ وہ دہشت گردی کے بنیادی اسباب (جیسے غربت، بے روزگاری، عدمِ مساوات، اور سیاسی جبر) کو ختم کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کریں۔ جب تک یہ اسباب باقی رہیں گے، دہشت گردی ختم نہیں ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## Bibliography / کتابیات


* Abū Dā’ūd, Sulaymān ibn Ash‘ath. *Sunan Abī Dā’ūd*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 2000.
* Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad*. Beirut: Dār al-Ṣādir, 1995.
* Ālūsī, Shihāb al-Dīn Maḥmūd. *Rūḥ al-Ma‘ānī fī Tafsīr al-Qur’ān al-‘Aẓīm*. Vol. 9. Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1985.
* *The American Heritage Dictionary of the English Language*. 5th ed. Boston: Houghton Mifflin Harcourt, 2016.
* Annan, Kofi. Statement, October 4, 2002. United Nations.
* Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1993.
* *Cambridge Dictionary*. Cambridge: Cambridge University Press, 2022.
* Farmāwī, ‘Abd al-Ḥayy. *Al-Irhāb bayna al-Farḍ wa al-Rafḍ fī Mīzān al-Islām*. Beirut: Dār al-Bashīr lil-Thaqāfah wa al-‘Ulūm, 1419 AH.
* Fatḥpūrī, Farmān. *Urdu Lughat*. Karachi: Urdu Lughat Board, 1988.
* Ibn Ḥajar al-‘Asqalānī, Aḥmad ibn ‘Alī. *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Vol. 11. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, 1379 AH.
* Ibn Humām, Kamāl al-Dīn Muḥammad ibn ‘Abd al-Wāḥid. *Fatḥ al-Qadīr*. Vols. 4. Quetta: Maktabah Rashīdīyah, 2000.
* Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram. *Lisān al-‘Arab*. Mādda "Ḥarb." Beirut: Dār Ṣādir, 1990.
* Islamic Fiqh Academy, Jeddah. Resolution No. 10-1-2001. Jeddah: Islamic Fiqh Academy, 2001.
* Kāsānī, ‘Alā’ al-Dīn Abū Bakr ibn Mas‘ūd. *Badā’i‘ al-Ṣanā’i‘ fī Tartīb al-Sharā’i‘*. Vol. 7. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1986.
* Laqueur, Walter. *The New Terrorism: Fanaticism and the Arms of Mass Destruction*. Oxford: Oxford University Press, 1999.
* Mas‘ūd, Jibrān. *Al-Rā’id*. Beirut: Dār al-‘Ilm lil-Malāyīn, 1992.
* Māwardī, ‘Alī ibn Muḥammad. *Al-Aḥkām al-Sulṭānīyah*. Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1996.
* Muslim ibn Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1975.
* Nawawī, Muḥyī al-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf. *Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj*. Vol. 17. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, 1994.
* *Oxford English Dictionary*. 2nd ed. Oxford: Oxford University Press, 1989.
* Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmi‘ li Aḥkām al-Qur’ān*. Vols. 6-7. Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣrīyah, 1964.
* Rābiṭat al-‘Ālam al-Islāmī. Resolution. Makkah: Rābiṭat al-‘Ālam al-Islāmī, 2002.
* Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Mabsūṭ*. Vol. 9. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, 1986.
* Shabd Kosh Ancyclopaedia. "Dasht Girdī kā Ta‘āruf." Lahore: Shabd Kosh Publications, 2000.
* Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmi‘ al-Bayān ‘an Ta’wīl Āy al-Qur’ān*. Vol. 1. Beirut: Dār al-Fikr, 1984.
* Tirmidhī, Muḥammad ibn ‘Īsā. *Jāmi‘ al-Tirmidhī*. Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1975.